معرکۂ عاشور کا ایک منظر

مولانا سید محمد اطہر صاحب کاشف اجتہادی

عاشور کا دن ہے کربلا کا خونریز معرکہ اپنی انتہائی استبدادیت کے ساتھ جاری ہے باطل کی شمشیریں حق کے خلاف نہایت آزادانہ طور سے استعمال ہورہی ہیں۔ کربلا کا وہ وسیع میدان کہ جہاں آج حق و باطل کی جنگ ہورہی ہے، وہ زمین مثل آگ کے تپتی ہوئی معلوم ہورہی ہے جو ریگ کے ذرات میں سورج کی گرم شعاعوں کو دن بھر اپنے میں جذب کرنے کے بعد جنگ آزما سورماؤں کو جھلسائے ڈال رہے ہیں۔ گویا معلوم ہوتا ہے کہ آسمان سے آگ برس رہی ہے اور زمین آگ اگل رہی ہے۔ ادھر عمر سعد کی فوج کے سقے ٹھنڈے پانی کے شربے لئے اپنی فوج کے سپاہیوں کو پانی پلاتے پھرتے ہیں اور جن جنگجو سپاہیوں کی فولادی زرہیں ریتیلے میدان میں آفتاب کی آتش بار کرنوں سے تپنے لگتی تھیں۔ تو عمر سعد کی فوج کے سقے سرد پانی چھڑک چھڑک کے ان زرہوں کی حدت دور کردیتے تھے اور اس تدبیر سے عمر سعد کی جبری فوج کے سپاہیوں کو کچھ سکون ملتا تھا اور وہ اس طرح تازہ دم ہوکر لڑتے تھے۔

ادھر رسولؐ کا نواسہ علیؑ و فاطمہؑ کا لاڈلا مع عزیز و اقارب، اولاد اور دوستوں کے جن کی تعداد بہتر سے زائد نہیں ملتی اس مختصر سی فوج کو لئے تین شب و روز کی بھوک اور پیاس میں عرب کے ایسے ریگستانی ملک کی آتش خیزیوں سے بے نیاز قربانیاں بارگاہ احدیت میں بقائے دین کے لئے پیش کررہا ہے اور رضائے خالق کی ان کٹھن منزلوں کو جہاں فطرت انسانی اس کے تصور سے دم بخود ہے وہ منزلیں نہایت صبر و سکون سے طے کررہا ہے کبھی اپنے قوت بازو عباس کی موت سن کر جاتا ہے اور بھائی کو اپنے سامنے دم توڑتا ہوا دیکھتا ہے اور کبھی اپنے جوان فرزند ہمشکل نبیؐ علیؑ اکبر کو اپنے ہاتھ سے آلات جنگ سے آراستہ کرکے میدان کارزار میں بھیجتا ہے اور اپنے فرزند کو جاتے ہوئے دیکھ کر بارگاہ ایزدی میں کہتا ہے کہ پروردگار تو گواہ رہنا کہ میں ایسے فرزند کو فوج مخالف کی طرف جہاد کے لئے بھیج رہا ہوں جو صورت و سیرت، رفتار و گفتار میں تیرے رسولؐ سے بہت زیادہ مشابہ ہے۔ اور پروردگار مجھ کو جس وقت تیرے رسولؐ کی زیارت کا اشتیاق ہوتا تھا تو میں اپنے اس فرزند کی صورت دیکھ لیتا تھا۔ دفعتہ اپنے جوان فرزند کی خبر مرگ سنتا ہے تو کہتا ہے **واولدی واثمرۃ فوادی واقرۃ عینی یابنی علی الدنیا بعدك العفا**۔ اے فرزند! اے میرے پارۂ جگر! اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک! اے بیٹا! بعد تیرے دنیا پر حیف ہے۔

کبھی اپنے بھائی کی نشانی قاسمؑ سے حسین و جمیل نوشاہ کو موت سے ہم آغوش ہوتے دیکھتا ہے کبھی اپنے بچپن کے ساتھیوں کو اپنی جاں نثاریوں اور وفاداریوں کے ساتھ دم توڑتا ہوا دیکھتا ہے۔ مگر حسینؑ کے عزم و استقلال میں ذرہ برابر بھی کمی نہیں ہوتی بلکہ حسینؑ کے رضائے خالق کے جوش اور ولولے اور بڑھتے ہیں اگرچہ دوست سب شمع امامت کے پروانوں کی طرح ختم ہوچکے اعزا اپنی جانیں فدا کرچکے عباسؑ سا بہادر بھائی پیکر وفا اپنی وفاداریوں سمیت فرات کے کنارے جام شہادت نوش کرچکا مگر

حسینؑ کے عزم واستقلال میں کمی نہیں ہوتی یہاں تک اب فوج حسینی میں کوئی بھی نہ رہا تو وہ کمسن مجاہد اپنے باپ کو تیس ہزار کے لشکر میں یکہ وتنہا دیکھ کر جذبہ نصرت میں نکلا جس کا سن چھ ماہ سے زائد نہ تھا حسینؑ نے علی اصغرؑ کو گود میں لے لیا دامن قبا سے چھپایا اور میدان میں لائے اور عمر سعد کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کے اے گروہ تم نے میرے بھائی عباسؑ کو قتل کر ڈالا میری اولاد اور میرے دوستوں کو مار ڈالا اب فقط اس بچے کے سوا کوئی بھی نہ رہا، پیاس اس کو بھی ہلاک کئے دیتی ہے اس کو تھوڑا سا پانی دیدو اگر میں تمہارے زعم باطل میں گنہگار ہوں تو یہ بچہ تو بے گناہ ہے ابھی یہ کلام حضرت کا ختم ہونے ہی پایا تھا کہ ایک تیر عمر سعد کی فوج سے آیا اور اس نے علی اصغرؑ کو شہید کر دیا حسینؑ نے اپنے اس دل کے ٹکڑے کا خون چلو میں لیا اور اپنے چہرۂ مبارک پر مل لیا اور فرمایا کہ اے خدا گواہ رہنا کہ اس قوم جفا کار نے یہ ارادہ کر لیا ہے کہ تیرے نبی کی اولاد میں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑے گی۔

دنیا نے حسینؑ کی شہادت کے وقت بھی دیکھا اور قیامت تک دیکھتی رہے گی اور اس مظلوم پر قیامت تک خون کے آنسو بہاتی رہے گی جس نے عاشور کے دن تین دن کی بھوک اور پیاس میں مع اپنے اعزا و اولاد اور اصحاب کے شہادت پسند کی مگر ظالم انسانیت کش اور خونخوار انسانوں کی اطاعت گوارہ نہ کی اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنے مضبوط اور مستحکم ارادوں سے باطل کی انسانیت سوز اور حق کش پالیسی کو نیست و نابود کر دیا۔

(ماخوذ از الواعظ ماہ اکتوبر ۱۹۴۶ء مطابق محرم ۱۳۶۶ھ، ص ۲۵)

(صفحہ ۲۷ کا بقیہ۔۔۔۔)

آرائی سے بے نیاز تھیں اور فرضی فضائل سے مستغنی تھیں۔ خنسا نے بھائی کے بعد بہاریں دیکھیں لیکن جناب ربابؑ کا احساس مصیبت اسقدر شریک تھا کہ ایک سال سے زیادہ مدت حیات دراز نہ ہو سکی۔

بے چین روح نے قفس عنصری کی تیلیاں توڑ دیں اور وہ اس چمن سدا بہار میں پرواز کر گئیں جہاں اسے اس کا گل مراد مل گیا جس کے لئے فغاں و فریاد تھی۔ اور جس کے فراق میں وہ زندگی کو بار گراں سمجھ رہی تھی۔ جس کی یاد میں دل سے رنج و غم کے شعلے اٹھتے تھے اور آنسوؤں کی بارش ہوتی تھی۔

(ماہنامہ وثیقہ دار لکھنؤ، مرثیہ نمبر)

(صفحہ ۳۲ کا بقیہ۔۔۔۔)

وغیرہ بے پرستش، بے انتہا، ہر شخص کے لائق وفائق، آگے مزدور اور سقے اور کہاروں کی گنتی نہیں۔ کثرت ہر قسم کے جلوس وضروریات کی قیاس میں آتی نہیں۔ ہاتھی، سانڈ نیا، پلٹنیں، سوار، چوب دار، بلم بردار، جھنڈی والے۔ کل امرائے شہر اور شہر یاری کی سرکار سے آتے۔ سب اعلیٰ قدر حال وقت رخصت انعام اور کرائے والے کرایہ پاتے۔ اکثر عمائد بلکہ خود بادشاہ متدعی رہے کہ کسی قدر یہ ہم سے لے۔ لیکن کسی سے ایک حبہ لینا کسی طرح قبول نہ کیا۔ الحاصل یہ وضع قطع در حقیقت ایک کہانی ہے، بیشک برکات اور عجائبات کی نشانی ہے، ورنہ کیا بساط ان غریب مزدوری پیشہ کی۔ [ماخوذ از سرفراز محرم نمبر ۱۹۷۳ء، صفحہ ۱۷۹]